بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستارے ناپ رہے ہیں مسافتیں میری
(سفرنامہ آسٹریلیا)

کوکب نورانی اوکاڑوی

''سفر وسیلۂ ظفر'' سنتا آیا ہوں اور زندگی کا سفر ہی نہیں زندگی میں بھی سفر کر رہا ہوں۔ تین دہائیاں گزر گئیں، پہلا بیرونِ ملک سفر زیارت وعمرہ کے لیے کیا تھا، مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے بعد زیادہ تر بیرونِ ملک سفر پیغامِ حق پہنچانے کے لیے ہوئے۔ مسافتیں شمار کرنے بیٹھوں تو خود حیران ہوتا ہوں۔ کچھ اسفار کی رُوداد لکھی تو پیشِ نظر یہی مقصد تھا کہ کچھ لوگوں اور ان کی خدمات کا تذکرہ ہو جائے تاکہ رابطے بڑھیں۔ ان ممالک میں محبت وعقیدت سے پذیرائی کرنے والوں کا شکریہ یوں بھی ادا ہو جائے اور ایک مقصد یہ بھی کہ ان ممالک میں جانے والے نئے لوگوں کو معلومات فراہم ہو جائیں۔ سفرنامے لکھتے ہوئے بھی کبھی غلط بیانی نہیں کی، شرمندگی کا بار مجھ سے کہاں اٹھایا جائے گا۔ یکم مارچ 2007ء کو بھارت سے واپس آیا، اس سفر کی رُوداد لکھنے بیٹھا تو تمام تفصیل لکھ گیا حالاں کہ بھارت کے حوالے سے دو سفرنامے پہلے بھی لکھ چکا تھا۔ 4 اپریل سے 18 اپریل 2007ء تک بہت طویل سفر کیا ہے مگر اس طویل سفر کی رُوداد قدرے اختصار سے بیان کروں گا۔

مولانا افتخار صاحب ہزاروی کا تعلق ہری پور ہزارہ کے ایک گاؤں ''بانڈی سی ڑاں'' سے ہے ان کے چھوٹے بھائی مولانا قاری مظہر عباس صاحب اور ان کے والدین سے ملتا رہا ہوں۔ ان کا تعارف مجھے حضرت علامہ مولانا پیر سید حسین الدین شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی سربراہ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راول پنڈی کی وساطت سے ہوا۔ مولانا افتخار ہزاروی گزشتہ کئی برس پہلے وطن سے دور افریکی ممالک میں رہے، چھ برس سے وہ براعظم آسٹریلیا میں وہاں کے مشہور شہر ''سڈنی'' کے مضافاتی علاقے لیور پول میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تین چار برس پہلے انہوں نے فون پر مجھ سے رابطہ کیا اور آسٹریلیا آنے کی دعوت دی، ان کا اصرار تھا کہ ماہِ ربیع النور میں آؤں ہمیں اس ماہ میں زیادہ دنوں کے لیے ملک سے باہر جانے پر تیار نہیں ہوا۔ دو برس پہلے حضرت ماں جی قبلہ علیہا الرحمہ کی علالت اور وفات کی وجہ سے سفر نہیں کر سکا، گزشتہ برس سانحہ نشتر پارک میں زخمی ہو گیا تھا، اس سال (1428ھ، 2007ء) کے لیے مولانا ہزاروی صاحب سے وعدہ کر لیا۔ مولانا افتخار ہزاروی کا اصرار تھا کہ شبِ میلاد کا پروگرام بھی سڈنی ہی میں ہو لیکن جماعتِ اہلِ سنّت کراچی کے زیرِ اہتمام عیدِ میلادالنبی ﷺ کے مرکزی جلوس وجلسہ میں شرکت کے بعد ہی روانگی

طے پائی۔ بدھ، 4 اپریل 2007ء کی صبح فجر کی نماز کراچی ایرپورٹ کے لاونج میں باجماعت ادا کرکے امارات ایرلائنز کے طیارے میں سوار ہوا۔ پرواز کا مکمل دورانیہ 17 گھنٹے رہا، ہوائی جہاز 653 میل فی گھنٹا کی زمینی رفتار سے 37000 فٹ کی بلندی پر پرواز کرتا رہا۔ دبئی اور بن کاک ایرپورٹ کے وقفے شمار کرکے 24 گھنٹے بعد 5 اپریل 2007ء کی صبح سات بجے کے بعد سڈنی پہنچا۔ خط استوا کے جنوب میں واقع مشرق بعید کے اس ملک کا وقت پاکستان کے وقت سے پانچ گھنٹے آگے ہے۔ بہت کم آبادی کے اس بہت بڑے رقبے والے ملک کی تفصیل کچھ یوں ہے: ''کامن ویلتھ آف آس ٹریلیا''، دنیا کا ساتواں براعظم، ایک ہی ملک پر مشتمل براعظم، دنیا کا چھٹا بڑا ملک، خشک اور مسطح خطہ، چہار طرف سے تین سمندروں (بحر ہند، بحر جنوبی اور بحر الکاہل) میں گھرا ہوا ہے۔ اے شیا (Asia) سے اسے Arafura اور Timor sea جدا کرتے ہیں۔ چھ صوبے ہیں: (☆نیو ساؤتھ ویلس ☆کوئینز لینڈ ☆ساؤتھ آس ٹریلیا ☆تس مانیا ☆وک ٹوریا ☆ویس ٹرن آس ٹریلیا)، دارالحکومت کین برا (Canberra)، سب سے بڑا شہر سڈنی (Sydney) مشہور بڑے شہر میل بورن، برس بن، پرتھ، نیو کاسل۔ کُل آبادی اکیس ملی ین (دو کرو ڑ دس لاکھ) اور رقبہ انتیس لاکھ اٹھاسی ہزار آٹھ سو اسّی (2988888) مربع میل۔ آس ٹریلیا کا نام لاطینی لفظ ''آس ٹرےلس'' سے بنا ہے۔ اس کے معنی جنوب کے ہیں یعنی خط استوا کے جنوب میں واقع خطہ۔ یہاں موسم گرم اور مرطوب جب کہ شمال میں خنک اور جنوب میں برفانی ہے۔ آس ٹریلیا کے شرق سے غرب تک طوالت کی وجہ سے یہاں تین Time Zone ہیں یعنی ایک ہی ملک کے تین مختلف علاقوں میں اوقات بھی مختلف ہیں۔ یہاں ریاستی مذہب کوئی نہیں البتہ آبادی میں عیسائی زیادہ ہیں اور ان میں متعدد فرقوں کے مختلف نظریات رکھنے والے ہیں۔ آبادی میں شامل زیادہ تر اٹلی، برطانیا، ویت نام، چاینا اور نیوزی لینڈ کے تارکین وطن ہیں۔ Coast line (ساحلی لمبائی) 35877 کلومیٹر اتنی بڑی اور وسیع ہے کہ یہاں غیر قانونی تارکین وطن کی آمد اور اشیاء کی غیر قانونی درآمد و برآمد خاص طور پر منشیات کی روک تھام اور نگرانی بہت مشکل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آس ٹریلیا کی دنیا بھر میں امتیازی خصوصیت اس ملک میں موجود قابل دید دل کش قدرتی مناظر، رنگوں کی بہتات اور یہاں کے سنہری ساحل ہیں۔ یہاں کی نباتات اور حیاتیات بھی منفرد ہیں۔ Kangaroo، Koala، Platypus اور Echidna وہ جان ور ہیں جو صرف آس ٹریلیا میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں کے پرندے اپنی چمکیلی رنگت کی وجہ سے دنیا میں پہچانے جاتے ہیں۔ کاشت کاری کے حوالے سے یہاں کے سرسبز باغات بھی مشہور ہے۔ یہاں کی قومی زبان انگریزی ہے مگر مختلف لہجوں میں بولی جاتی ہے۔ رائج الوقت سکہ ''آس ٹریلین ڈالر'' کہلاتا ہے، کرن سی نوٹ ''پلاس ٹک'' سے بنائے گئے ہیں۔ سب سے بڑا نوٹ سو ڈالر کا اور چھوٹا پانچ ڈالر کا ہے۔ دھات کے سکے پانچ سینٹ سے دو ڈالر تک ہیں۔ پاکستان میں آج کل آس ٹریلین ڈالر کا بدل پچاس پاکستانی روپے ہیں۔ (ملخصاً از وکی پیڈیا ان سائکلو پیڈیا)

سڈنی ایرپورٹ کارن وے سمندر کے کنارے واقع ہے۔ طیارے میں مسافر زیادہ نہیں تھے اس لیے ایمی گریشن اور کسٹم میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ مولانا افتخار ہزاروی اپنے رفقاء کے ساتھ استقبال کو موجود تھے اور ان سے پہلی مرتبہ ملاقات ہو رہی تھی۔ دعوت اسلامی کے نگراں جناب محمد عامر قادری بھی تشریف لائے تھے۔ چوبیس گھنٹے سفر میں رہنے کے باعث تھکن بہت تھی۔ سڈنی کے مضافات میں متعدد چھوٹے چھوٹے شہر آباد ہیں۔ لیور پول ان میں نمایاں ہے۔ اس علاقے میں جناب فہیم اعظم رشیدی کے ہاں مجھے پہنچایا گیا۔ جون پور کے سلسلہ رشیدیہ علیمیہ سے وابستہ جناب فہیم اعظم رشیدی کراچی کے باشندے ہیں، ان کی اہلیہ سیال کوٹ کے قریب واقع ''ڈس کا'' کی رہنے والی ہیں۔ مختصر ناشتے کے بعد مجھے فہیم صاحب نے اپنا کمرۂ خاص دکھایا، ان سے عرض کی کہ وہ تکلف نہ کریں لیکن معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے ہاں میرے قیام کا ہزاروی صاحب سے وعدہ لے لیا تھا۔ اس شام پہلی مختصر نشست اس مرکز میں ہوئی جو مولانا ہزاروی صاحب نے بنایا ہے۔ جمعہ کا اجتماع اگلے روز ایک ہال میں ہوا۔ جمعہ سے پیر تک چار دن تعطیلات تھیں۔ ''ایسٹر'' کے تہوار پر یہ چھٹیاں افریقا سے آس ٹریلیا اور امریکا تک ہوتی ہیں۔ پہلے ہی خطاب سے لوگ بہت خوش ہوے۔ جمعہ کے بعد جناب محمد عامر قادری کے ہاں ظہرانہ تھا۔ ان کے چھوٹے فرزند کی مفرح حرکتوں سے سبھی محظوظ ہوتے رہے۔ اسی شام دوسرا اجتماع ''الامانہ کالج'' میں ہوا۔ یہ درس گاہ لبنان کے باشندوں نے تعمیر کی ہے۔ یہاں تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ محافل بھی تسلسل سے جاری رہتی ہیں۔ اس کے منتظم جناب شیخ ابراہیم الشافعی ہیں، ان کو تاج الشریعہ حضرت مولانا اختر رضا خاں ازہری میاں بریلوی نے اسناد حدیث کی اجازات اور سلسلہ طریقت میں خلافت عطا کی ہے۔ کراچی سے روانگی سے قبل فاضل محترم مولانا سید مظفر حسین شاہ کے ساتھ جناب محمد ایوب قادری ملنے آئے تھے۔ ایوب صاحب کئی برس سڈنی میں رہے ہیں اور اپنے قیام میں وہاں وہ دعوت اسلامی کے نگراں تھے۔ اپنی دید شنید وہ مجھے سنا کر رہ نمائی کرتے رہے۔ الامانہ کالج میں مفصل خطاب ہوا۔ اس اجتماع میں پاکستانیوں کے علاوہ ترکی، لبنان، فجی اور انڈیا کے باشندے بھی تھے۔ حیدر آباد دکن کے متعدد نوجوان مجھے ملے۔ عقائدِ اہلِ سنت کے حوالے سے میرا یہ خطاب شیخ ابراہیم الشافعی نے بھی سنا اور بہت پسند کیا۔ اس خطاب کے بعد گیارہ بجے شب چھ سات موٹر کاروں کا قافلہ ''گری فتھ'' کے لیے روانہ ہوا۔ سات گھنٹے کی مسافت میں جناب محمود یوسف کی آرام دہ گاڑی میں بہت تھکا۔ محمود صاحب نے ''وی'' نام کا ایک قوت بخش مشروب پی کر خود کو بے دار رکھا۔ راستے میں دو تین مرتبہ یہ دیکھا کہ موبائل فون کے دیر تک سگنلز نہیں تھے۔ فجر کی نماز ایک پٹرول پمپ کے احاطے میں ادا کی۔ مولانا ہزاروی صاحب راستے بھر مجھے آس ٹریلیا آنے والے علماء اہلِ سنت اور یہاں ہونے والے کاموں کی بابت آگاہ کرتے رہے۔ آس ٹریلیا میں رات کو طویل شاہ راہوں پر سفر کرتے ہوئے ''کینگ رُوز'' اور دوسرے جان وروں کی اچانک سڑک پر آمد سے حادثے بھی ہو جاتے ہیں۔ جان ور بھی ہلاک ہوتا ہے اور موٹر کار کو بھی خاصا نقصان ہوتا ہے کیوں کہ ڈرائیور کو رفتار روکنے اور

جان ور سے موٹر کو بچانے کا وقت کم ہی ملتا ہے۔ ہماری گاڑی کے سامنے ایک بڑا کینگرو آیا لیکن ناچتا ہوا فوراً چلا گیا۔(کینگ رو Kangaroo ایک چرندہ ہے، اس کے پیٹ پر تھیلا بنا ہوتا ہے، اس میں وہ اپنے بچے کو لیے رہتا ہے۔لمبی جست لگانے والا یہ جان ور آس ٹریلیا ہی کے حوالے سے مشہور ہے)۔مولانا ہزاروی کے مطابق آس ٹریلیا میں گوجراں والا کے حضرت مولانا محمد سعید احمد صاحب مجددی، ملتان کے حضرت صاحب زادہ سید حامد سعید کاظمی، پشاور کے حضرت پیر ابوالخیر محمد عبداللہ جان نقش بندی، بھارت سے مولانا شمس الہدیٰ مصباحی اور حضرت مولانا سید محمد ہاشمی میاں تشریف لائے تھے، حضرت ہاشمی میاں کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ ان کا کوئی خطاب وہاں نہیں ہوا۔آس ٹریلیا میں ترکی اور لبنانی نژاد مسلمان خاصی تعداد میں ہیں اور انہوں نے نہایت عمدہ مساجد و مراکز تعمیر کیے ہیں۔ سڈنی شہر کے مرکزی علاقے ''سرے ہلز'' میں پہلی مسجد پاکستانیوں نے تعمیر کی۔اہلِ سنّت کی بنائی ہوئی اس مسجد پر ان کے مخالفین نے قبضہ کرلیا۔روٹے ہلز اور اس کے علاوہ بھی دو مساجد پر بدعقیدہ لوگ قابض ہوگئے ہیں۔مولانا ہزاروی کی آمد کے بعد ماحول میں نمایاں تبدیلی آئی ہے، محافلِ میلاد کثرت سے ہونے لگی ہیں اور اہلِ سنّت مربوط اور مضبوط ہورہے ہیں۔مولانا ہزاروی کی کاوشوں کے ثمرات سے گھبرا کر مخالفین نے ان کے خلاف بہت سی شکایات غیر مسلم حکمرانوں تک پہنچائیں اور انہیں ہراساں کیا لیکن حقائق نے ان شکایات کو بے بنیاد الزامات ثابت کردیا، مولانا ہزاروی سرخرو ہوئے اور مردِ میداں رہے۔اہلِ سنّت کے جناب بشیر ملک، جاوید چوہدری، حافظ گل زار، شبیر احمد، عیش محمد، پروفیسر عبدالغفار خاں، ڈاکٹر علی سرفراز، حافظ محمد رضا محمد عامر قادری، کامران قادری، راجا عبدالحمید، وقار علی، حافظ احمد حسین مجددی، شہزاد مجددی، محمد ایوب وغیرہ نمایاں افراد ہیں۔مولانا ہزاروی نے اپنے مرکز میں متعدد کتب بھی جمع کی ہیں۔ وہ اپنے لہجے میں کچھ انگریزی بھی بول لیتے ہیں۔ پاکستانی نوجوان کسبِ معاش کے لیے زیادہ تر ٹیکسی ڈرائیو کرتے ہیں، کچھ ملازمت پیشہ ہیں، کچھ تجارت سے وابستہ ہیں۔

(Griffith) گری فتھ میں ہمارے میزبان جناب ریاض اکرام تھے۔وہ پنڈ دادن خان کے باشندے ہیں۔ انہوں نے ایک برائے فروخت چرچ کی عمارت خود خرید کرا سے مسجد بنایا ہے۔وہ خود جمعہ کی خطابت کرتے ہیں۔میرا قیام جس نوجوان (پرویز حسین بھٹی) کے ہاں تھا وہ اوکاڑا کے رہنے والے ہیں اور بیل جَیم میں میرے بھائی ڈاکٹر محمد سبحانی اوکاڑوی سے ملتے رہے ہیں۔ان لوگوں سے ملاقات بہت مفید رہی۔''آس ٹریلیا'' وہ ملک ہے جہاں سے متعدد مسلم ممالک کو جان وروں کا گوشت فراہم کیا جاتا ہے۔ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ وہ ممالک ہیں جہاں گائیں، بھیڑیں اور دنبے کثرت سے ہیں۔ان کی پرورش کے لیے ''فارم'' ہیں اور مرغیوں کے لیے بہت ہیں۔ریاض اکرام صاحب خود بھی جان وروں کو ذبح کرنے کی خدمت کرتے ہیں۔ مجھے اس بارے میں ان کی بدولت بہت آسانی سے معلومات ملیں۔ مجھے بتایا گیا کہ آس ٹریلیا میں دو تین ادارے ہیں جو ''حلال'' گوشت کی سند (سرٹی فیکیٹ) جاری

کرتے ہیں۔ مذبح (سلاٹر ہاؤس) میں ذابح مسلمان ہیں۔ بڑے جانور تو ہاتھ سے چھری چلا کر ذبح کیے جاتے ہیں لیکن مرغیاں مشین کے ساتھ چینل پر لٹکی ہوتی ہیں اور ایک منٹ میں 150 مرغیاں ایک چینل پر ذبح ہوتی ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چینل کے کنارے کھڑا شخص بسم اللہ اکبر کہہ کر چینل کا بٹن دباتا ہے اور چینل چلتا ہے، ہر مرغی کے لیے الگ کٹر (چاقو) اس چینل پر نصب ہے۔ مرغی اس کٹر کے سامنے آتی ہے تو وہ کٹر اس مرغی کی گردن پر چلتا ہے۔ کنارے کھڑا ذابح مسلسل تکبیر پڑھتا جاتا ہے لیکن ایک منٹ میں 150 مرتبہ تکبیر کوئی کہاں پڑھ سکتا ہے اور آٹھ گھنٹے کی شفٹ میں ہر لمحے تکبیر نہیں پڑھی جا سکتی۔ مرغی کو ذبح کے بعد چینل پر تڑپنے دیا جاتا ہے تاکہ خون پورا نکل جائے۔ یہ جان کر مجھے شبہ نہیں رہا کہ مرغیاں صحیح طریقے سے ذبح نہیں ہوتیں مگر حیرت ہے کہ کتنے علماء نے ان کے حلال ہونے کی سند جاری کی ہوئی ہے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ معاہدے کے باوجود سلاٹرنگ ہاؤس کے منتظمین پوری طرح پابندی نہیں کرتے۔ یہ مرغیاں جانے کتنے مسلم ممالک میں جا رہی ہیں۔ علماء کو اس بارے میں ایک صحیح موقف اختیار کرنا چاہیے اور عرب ممالک سے جو علماء کہلانے والے اس طریقے کو درست قرار دیتے ہیں ان سے ان کے دلائل پر بات کرنی چاہیے۔ سڈنی میں جناب محمد المہلی سے میری ملاقات نہیں ہو سکی تاہم تحریری معاہدے ریاض اکرام صاحب کے ذریعے دیکھ لیے۔ معاہدے میں درج کچھ تفصیل انہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

<u>"HALAL MECHANICAL SLAUGHTER AND MEAT HANDLING:</u>

1- To render a bird unconscious it shall be stunned using a devise that does not kill the bird. Brids having died through stunning shall be removed. Carcasses of such brids and all their parts shall not be considered Halal.

2- The Nominated Muslim Slaughterman shall recite the words "Bismillahi Allahu Akber" before pressing the electric button to start the mechanical knief and the line at the beginning of the shift or after returning from a break. He shall recite "Bismillah" continuously under his breath while the line is in operation.

3- The Nominated Muslim Slaughterman shall ensure that the jugular veins, oesophagus and respiratory track are severed.

4- The Nominated Muslim Slaughterman shall act as a backup slaughterman and slaughters by hand any bird that has not been properly

mechanically slaughtered.

5- All birds shall be slaughtered exclusively by the Nominated Muslim slaughterman and in accordance with these Guidelines.

6- After slaughtering, a brid shall be left to die through loss of blood.

7- The Nominated Muslim slaughterman shall stop the mechanical knife and the line before finishing his shift or going on a break.

8- The Nominated Muslim Slaughterman shall not be instructed by his employer in a way that may conflict or interfere with these Guidelines."

واضح رہے کہ یہ تفصیل اُس معاہدہ کی ہے جو صرف Mechanical Chicken Slaughter کا ہے۔

گری فتھ "فوڈ گروئنگ زون" (غذا کی پیداوار کا علاقہ) کہلاتا ہے۔ کسی اور علاقے سے آنے والا مسافر اپنے ساتھ کوئی پھل لے کر اس علاقے میں داخل نہیں ہوسکتا۔ نگران عملہ گاڑیاں روک کر تلاشی بھی کرتا ہے اگر کوئی پھل مسافر کے ساتھ ہوتو بھاری جرمانہ کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ کسی دوسرے علاقے کے پھل میں کوئی نقص یا وائرس ہوتو وہ اس علاقے کے پھلوں کو نقصان نہ دے۔ یہاں میلوں تک ہموار کھیت ہیں۔ کھیتوں کے درمیان ہی ٹرین کی پٹری ہے۔ فصل کاٹ کر ٹرین ہی میں اسے منتقل کیا جاتا ہے۔ ٹرک وغیرہ استعمال نہیں ہوتے۔ انگور کی بہت کاشت ہوتی ہے اور ان باغات کے ساتھ ہی انگوروں سے (خمر) شراب کشید کرنے والے کارخانے ہیں۔ گری فتھ کو امیر ترین علاقہ بھی کہا جاتا ہے۔ سڈنی سے یہاں روزانہ تین پروازیں آتی ہیں۔ ٹرین اور بس بھی چلتی ہے مگر ہفتے میں ایک دو مرتبہ، روزانہ نہیں۔ مولانا ہزاروی نے کراچی سے سڈنی پہنچتے ہی پھر اتنا سفر کروایا، وہ ہوائی جہاز کے بجائے بذریعہ موٹر کار شاید اسی لیے لائے تھے کہ مَیں بچشم خود یہ سب ملاحظہ کروں۔ سڈنی سے گری فتھ جاتے ہوئے "یاس" کے علاقے سے راستہ تبدیل ہوتا ہے۔ یہاں پٹرول پمپ سے ملحق اسٹور سے ایک "ملک شیک" (دودھ کا مشروب) مجھے پلایا گیا تھا، پیٹ نے اسے قبول نہیں کیا، مجھے اسہال کی شکایت ہوگئی اور دن بھر نقاہت رہی۔ گری فتھ کی ریاض مسجد میں مغرب تا عشاء میرا خطاب ہوا۔ ریاض صاحب پر دوران خطاب گریہ طاری رہا۔ انہوں نے دن بھر خود ہی تمام شرکاء کے لیے کھانا پکایا تھا۔ محفل میلاد شریف کے بعد ہم سب اسی وقت سڈنی (Sydney) کے لیے واپس روانہ ہوئے۔ آسٹریلیا میں چھٹیوں کے موقع پر ٹریفک کے قوانین مزید سخت ہوجاتے ہیں۔ ہر ڈرائیونگ لائسنس پر بارہ پوائنٹ ہوتے ہیں۔ غلطی پر پوائنٹ بھی کاٹے جاتے ہیں اور جرمانہ بھی ہوتا ہے۔ چھٹیوں میں ڈبل پوائنٹ کاٹے جاتے ہیں اور ڈبل

جرمانہ ہوتا ہے۔ ہفتے کی شب کئی جگہ گاڑی روک کر ڈرائیور سے بات کی جاتی ہے اور پولیس یہ جانچتی ہے کہ ڈرائیور نے شراب تو نہیں پی رکھی کیوں کہ وہاں نشہ پی کر گاڑی چلانا بھی جرم ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ یہاں کی حکومت کو سب سے زیادہ آمدنی انہی جرمانوں سے ہوتی ہے۔ ''ڈبل ڈی مے رِٹ'' کی وجہ سے اس سفر میں تیز رفتاری سے اجتناب کیا گیا تھا۔ فجر کی نماز ہم نے لیور پول پہنچ کر ادا کی۔ اس شام فہیم اعظم رشیدی نے میلاد شریف کی محفل سجائی تھی ۔اس اجتماع میں صرف پاکستانی باشندے تھے۔ اوکاڑا، چیچاوطنی، فیصل آباد، لاہور کے بہت سے لوگ ملے۔ یہاں کے لوگ ہر خطاب پر بہت خوش ہوتے رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ آسان لفظوں میں صحیح باتیں سمجھ آرہی ہیں اور معلومات میں بہت اضافہ ہو رہا ہے۔ فہیم صاحب کے زیر اہتمام محفل کے اختتام پر جناب ظفر اقبال وڑائچ ملے، پیر کی شام بونی رگ کی ٹرکش مسجد میں انہوں نے میلاد شریف کی محفل رکھی تھی۔ وڑائچ صاحب کے حوالے سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ مصر کے ایک ٹی چر کو ہر محفل میں بلاتے ہیں اور وہ ٹی چر ''محسن لبان'' اپنے عقائد میں متنازع ہے۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ نامناسب باتیں کہتا ہے اور داڑھی کے خلاف بھی اس کی گفتگو ریکی ہے۔ ظفر صاحب سے کہا کہ اگر اسی محفل میں وہ اس شخص کو بلانا ضروری گردانتے ہیں تو پہلے اس سے میری ملاقات کروائیں تاکہ میں بذات خود اس سے بات کروں۔ اگر وہ غلط موقف رکھتا ہے تو میں اس کے ساتھ ایک اسٹیج پر نہیں آؤں گا۔ اگلی شام تک ظفر اقبال وڑائچ صاحب لوگوں سے الجھتے رہے۔ بالآخر ملاقات کروانے پر آمادہ ہو گئے۔ مغرب کے بعد ہم بونی رِگ پہنچے ۔ترکوں کی بنائی عمدہ مسجد کے ایک کمرے میں ہمیں بٹھایا گیا۔ جناب منظر مرزا، وقار علی، محمود یوسف، فہیم اعظم رشیدی اور مولانا ہزاروی میرے ساتھ تھے۔ کچھ دیر بعد شیخ محسن لبان آئے اور آتے ہی بپھرے ہوئے لہجے میں کہا کہ وہ امتحان دینے کو تیار ہیں، کون امتحان کرے گا؟ ان سے کہا کہ یہاں کوئی امتحان نہیں کر رہا صرف دو باتیں کرنی ہیں۔ میں نے اپنا تعارف کروایا، وہ کہنے لگے کہ میں جانتا ہوں، اُن سے کہا کہ آپ اپنا تعارف کروائیں تو انہوں نے انکار کر دیا۔ ان سے کہا کہ وہ بتائیں کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں؟ شیخ محسن لبان نے پہلے یہ کہا کہ: وہ کاتب الوحی ہرگز نہیں تھے، وہ صحابہ اور مسلمانوں کو قتل کرتے رہے، مال جمع کرتے رہے، انہوں نے سیدنا امام حسن (رضی اللہ عنہ) کو ان کی بیوی کے ذریعہ زہر دلوایا۔ (معاذ اللہ) وہ جانے کیا کچھ واہی تباہی کہتے رہے، انہوں نے ایک حدیث شریف کا تمسخر کیا۔ میری برداشت جواب دے رہی تھی۔ اپنے آپ پر قابو رکھتے ہوئے کہا کہ یہ بتائیے کہ آپ حضرت معاویہ کو صحابی رسول مانتے ہیں یا نہیں؟ اس شیخ نے صاف انکار کر دیا۔ میں نے کہا میں اس بارے میں اور بات نہیں کرنا چاہتا یہ بتائیے کہ داڑھی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ شیخ لبان نے کہا کہ داڑھی اسلام کا حصہ نہیں اور ضروری بھی نہیں۔ وہ نامناسب باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ لکم دینکم ولی دین ۔ظفر وڑائچ صاحب نے ہمیں جانے کو کہا اور اس شیخ کو لیے محفل میں چلے گئے۔ اٹھتے اٹھتے بھی شیخ

لبان بلند آواز میں نامناسب باتیں کہتے رہے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ خود کو صحیح العقیدہ شخص کہلانے والا اور اپنے خاندان کو مشائخ کا فیض یافتہ کہنے والا کیوں ایک غلط شخص کا معتقد ہوا ہے اور اتنا کچھ دیکھنے سننے کے بعد بھی اسی کا دم بھر رہا ہے۔ ظفر اقبال وڑائچ کے ساتھی بھی ان کے طرز عمل پر افسوس کر رہے تھے۔ محفل میں مجھے نہ پا کر اکثر لوگ وہاں سے اٹھ آئے۔ مجھے بتایا گیا کہ شیخ لبان نے موجود سامعین کو کہا کہ پاکستانی اسکالر نے اسے کافر قرار دیا ہے۔ جناب ظفر وڑائچ اگلے دنوں میرے لیے جو کہہ سکتے تھے وہ کہا بلکہ میرے میزبانوں کو دھمکیاں تک دیں۔ اللہ کریم انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

حافظ گل زار صاحب کے زیر اہتمام دن میں محفل میلاد ہوئی تھی۔ حافظ گل زار صاحب گوجراں والا کے باشندے ہیں اور دینی امور میں نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ اس محفل میں اوکاڑا کے وہ افراد بھی ملے جو میرے والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے اوکاڑا میں ملتے رہے تھے۔ حافظ صاحب نے نوجوان نسل کو خاص طور پر مدعو کیا تھا، یہ خطاب ایمانی اخلاقی تربیت کے حوالے سے تھا۔ حافظ گل زار صاحب نے شرکاء کے لیے عمدہ طعام کا بھی اہتمام کیا تھا۔ اس شب دوستوں نے مجھے سڈنی شہر کے کچھ مناظر دکھائے۔ ہاربر برج، سڈنی کا مشہور اوپرا اوس، 305 میٹر بلند سڈنی ٹاور اور انشورنس کمپنیز کی بلند عمارتیں نمایاں ہیں۔ 1963ء میں سڈنی شہر کی آبادی بیس لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ 1973ء میں ملکہ برطانیہ الی زبتھ دوم نے opera House کا افتتاح کیا۔ اس کی تعمیر 1959ء میں شروع ہوئی تھی۔ آس ٹرے لیا کی مشہور چیزوں میں ایک موٹر کار "فرارے" بھی ہے جو بہت گراں قیمت ہے۔ بتایا گیا کہ یہاں کے ایک وزیر نے خریدی تو اس کو وزارت سے محروم ہونا پڑا، کیوں کہ وہ اس کار کی بھاری قیمت کے مطابق اپنی جائز آمدنی ثابت نہ کر سکا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ اس شہر سڈنی کی ایک اسٹریٹ "ہم جنس پرستوں" کے حوالے سے مشہور ہے اور وہ سال میں ایک خاص دن بڑے اہتمام سے مناتے ہیں۔ یہاں اس بدکاری کی قانونی اجازت ہے۔ (معاذ اللہ)۔ یہاں کے لوگوں کے مطابق یہ ملک کسی زمانے میں "کالا پانی" کہلاتا تھا۔ برطانیہ کے مجرم قیدیوں کو یہاں لا کر رکھا جاتا تھا ان سے کھیتی باڑی کروائی جاتی۔ وہ قید خانہ آج بھی یادگار ہے۔ یہ انہی قیدیوں کا بنایا ہوا ملک ہے۔ 26 جنوری 1788ء میں پہلا قافلہ 1400 افراد پر مشتمل یہاں سمندری راستے سے آیا تھا جس میں مجرموں کے علاوہ سپاہی اور مختلف ملکوں کے باشندے شامل تھے۔ یہی تاریخ یہاں کا قومی دن شمار ہوئی۔ شہر گھومتے ہوئے ہم جناح ریسٹورنٹ گئے جہاں جناب بشیر ملک اور جاوید چودھری صاحب ہمارے منتظر تھے۔ یہاں طعام کے دوران مسلکی تنظیمی حوالے سے اہم گفتگو ہوئی۔ جاوید چودھری صاحب کبھی کبھی اخبار بھی شائع کرتے ہیں۔ ان کے ریسٹورنٹ میں قائد اعظم کی شاید ہی کوئی تصویر ہو جو آویزاں نہ ہو۔ بتایا گیا کہ یہاں پاکستان کی ہر نامور شخصیت ضرور آتی ہے۔

اگلے روز فیاض صاحب، محمد عامر قادری محمود یوسف اور مولانا ہزاروی کے ہم راہ کارگو سے کتابوں کا بکس لینے

ایرپورٹ گئے۔ ازاں بعد سڈنی کے ساحلوں، مشہور بونڈی بیچ (Bondi Beach) اور شہر کے کچھ مناظر دیکھتے ہوئے عصر ہم نے سرے ہلز کی مسجد میں ادا کی اور مغرب ''اوبرن'' میں ترکوں کی تعمیر کی ہوئی گلی پولی مسجد میں ادا کی، یہ مسجد اپنی عمارت میں بہت عمدہ ہے۔ اس کے نگراں موجود نہیں تھے اس لیے ان سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ محمود یوسف صاحب کے ہاں عشائیہ تھا۔ آج کوئی خطاب نہیں رکھا گیا تھا۔ بدھ کو عصر تا مغرب چودھری نواز کے زیر اہتمام خواتین کی محفل میلاد تھی۔ مجھے مَردوں کے ساتھ ایک کمرے میں بٹھایا گیا جہاں سے خطاب خواتین میں بذریعہ کیمرا ریلے کیا گیا۔ یہاں سے فیاض صاحب کے ہاں لے جایا گیا۔ ان کی ہسپانوی مسلم اہلیہ نے حلیم تیار کیا تھا۔ ڈاکٹر عبدالغفار خاں سڈنی یونی ورسٹی میں برسوں تدریس کرتے رہے ہیں اور ڈاکٹر اے جی خان کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ خلیق و شفیق شخصیت ہیں۔ ہر خطاب میں تشریف لاتے رہے۔ عشاء کے بعد ان کے گھر پر محفل تھی جہاں انہوں نے اپنے حلقہ احباب کو جمع کیا تھا۔ تعلیم و تدریس اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ لوگ یہاں ملے۔ جناب سید ظفر حسین بھی ملے، وہ 'صدائے وطن' اخبار سڈنی سے انٹرنیٹ پر تیار کرتے ہیں یہ پنجاب کے مشہور شیعہ مقرر جناب مظفر علی شمسی کے برادر زادے ہیں۔ انہوں نے آس ٹریلیا میں سفیر پاکستان کا سلام مجھے پہنچایا۔ ان سے عرض کی کہ مَیں اپنی تصانیف کا ایک سیٹ یہاں کی سرکاری لائبریری میں رکھوانا چاہتا ہوں۔ سید ظفر صاحب کے علاوہ اس حوالے سے جناب محمود یوسف نے تعاون کا وعدہ کیا۔ سید ظفر حسین صاحب کا کہنا تھا کہ آپ پہلے پاکستانی مذہبی شخص ہوں گے جس کی کتب یہاں کی سرکاری لائبریری میں رکھی جائیں گی۔ سید ظفر حسین صاحب اور محمود صاحب نے اپنے وعدے کے مطابق کارروائی کی۔ راجا عبدالحمید صاحب مُصر ہوئے کہ ان کے گھر چلوں۔ راول پنڈی کے رہنے والے راجا صاحب نے اپنے گھر کا نام ''پنڈی پوائنٹ'' رکھا ہے۔ سڈنی میں پاکستان ٹیلے وژن کے چینلز پی ٹی وی ون، پی ٹی وی ورلڈ دیکھے جاتے ہیں، انڈس وژن اور اے ٹی وی بھی دیکھا جاتا ہے۔ یہاں کے تمام پاکستانی مجھے ان چینلز پر دیکھتے رہے ہیں۔ راجا صاحب بتا رہے تھے کہ ماہِ صیام، ماہِ محرم اور ماہِ ربیع الاول میں میرے پروگرام یہاں بہت شوق سے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ سے اپنی ملاقات کی تفصیل بھی سناتے رہے۔ راجا صاحب کی اہلیہ ان سے زیادہ مجھ سے عقیدت رکھتی ہیں۔ رات کا ڈیڑھ بج چکا تھا راجا صاحب نے ہمیں واپس پہنچایا۔

جمعرات، آس ٹریلیا میں ہفتہ وار تنخواہ کا دن ہے اس لیے بازار دیر تک کھلے رہتے ہیں۔ حافظ گل زار صاحب نے سڈنی میں ڈارلنگ ہاربر فش ایکوریم، سڈنی ٹاور، کوئین وک ٹوریا بلڈنگ، پارلی مینٹ وغیرہ کی عمارات کی جھلک دکھائی اور شاپنگ سینٹرز لے گئے۔ مونوٹرین کی سیر کروائی۔ مغرب کے فوراً بعد بلیک ٹاؤن لے گئے۔ راجا عبدالحمید بھی ہمارے ساتھ رہے۔ بلیک ٹاؤن میں المدینہ اسلامک سینٹر قائم ہے یہاں خوب اجتماعات ہوتے ہیں۔ فجی کے باشندے کثرت سے یہاں آتے ہیں۔ مولانا حافظ احمد حسین صاحب سے ملاقات ہوئی، حضرت پیر کرم شاہ

ازہری سے اپنی وابستگی ظاہر کرتے ہوئے انہوں نے میرے والد گرامی علیہ الرحمہ کو والہانہ خراجِ عقیدت پیش کیا اور مجھے دعوت خطاب دی۔خطاب کے بعد دیر تک صلوۃ وسلام پڑھا گیا۔شہزاد مجددی صاحب نے ختم شریف پڑھا۔یہاں سے ہمیں حاجی نصیب صاحب کے گھر لے جایا گیا۔فجی کے رہنے والے حاجی نصیب نے نیا گھر تعمیر کیا ہے، کچھ دیر اس گھر میں نشست رہی۔

مولانا ہزاروی کو گزشتہ جمعہ کی نماز کے بعد کہا تھا کہ آئندہ جمعہ اوک لینڈ (نیوزی لینڈ) میں جاوید ملک صاحب کو دے دیں۔مولانا ہزاروی کا کہنا تھا کہ جاوید ملک صاحب کو میری آمد کی اطلاع کر دی گئی تھی مگر انہوں نے کوئی رابطہ نہیں کیا۔یہ جمعہ بھی لیور پول کے اسی ورک فارم ہال میں ادا کیا جہاں گزشتہ جمعہ ادا کیا تھا۔ظفر وڑائچ صاحب کی طرف سے میرے بارے میں جو پروپے گنڈا ہو رہا تھا اس کی وجہ سے جمعہ کے اجتماع میں شیخ لبان سے ملاقات اور گفتگو کی تفصیل سامعین کو سنا دی تا کہ غلط فہمیاں راہ نہ پائیں۔جمعہ کے بعد لاہور کے جناب وقار علی کے ہاں پُر تکلف طعام کا اہتمام تھا۔یہ طعام اس قدر لذیذ تھا کہ سبھی نے کچھ زیادہ ہی کھایا۔وقار صاحب کی کم سن بیٹی سحر نے نعت شریف سنائی جسے سبھی نے سراہا۔مغرب کے بعد فجی کے حاجی لطیف صاحب کی بیٹی کے نکاح کی تقریب میں خطاب ہوا۔مولانا ہزاروی نے کہا کہ لبنانی شیخ ابراہیم الشافعی نے ملاقات چاہی ہے اور وہ اپنے شیخ کی تصانیف بھی دینا چاہتے ہیں۔"الامانہ کالج" کی عمارت میں شیخ ابراھیم اور ان کے رفقاء سے دو گھنٹے گفتگو ہوئی۔مولانا ہزاروی جناب وقار علی اور محمود یوسف بھی موجود رہے۔عقائد اہلِ سنّت اور سنی بریلوی کا دیوبندیوں سے کیا اختلاف ہے؟ شیخ ابراہیم نے میری گفتگو بہت توجہ سے سنی۔وہ اپنے شیخ کا تعارف کرواتے ہوئے ان کی تصانیف دکھاتے رہے۔حضور اکرم ﷺ کا نور پہلی مخلوق ہے،اس بارے میں شیخ ابراہیم کے اختلاف کی خبر سن چکا تھا،مَیں نے ان سے کہا کہ وہ اپنا اختلاف واضح کریں۔انہوں نے کہا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو نور مانتے ہیں مگر ان کے نور کو پہلی مخلوق نہیں مانتے ،پہلی مخلوق پانی ہے۔باہمی گفتگو نے طول پکڑا تو مجھے اندازہ ہوا کہ "نور" کے بارے میں انہیں ہمارے موقف کی بہ تمام وکمال آگہی نہیں۔انہوں نے اس بارے میں اپنے شیخ کا کتابچہ مجھے دیا۔

ان کے شیخ کا نام اس رسالے کے ص ۲ پر ان القاب کے ساتھ درج ہے:"العالم العلامة الجليل الفهامة ، قدوة المحققين وعمدة المدفقين وصدر العلماء العالمين ، الامام المحدث ، الفقيه اللغوى الاصولى ، التقى الزاهد الفاضل العابد ، صاحب المواهب الجليلة ، الشيخ ابو عبدالرحمن عبدالله بن محمد بن يوسف بن عبدالله بن جامع الهررى الشيبى العبدرى ، مفتى هرر ۔"1339 ہجری 1920ء میں ہرر کے شہر میں ان کی ولادت ہوئی،حبشہ کا یہ شہر "ہرر" صومال کے مشرق اور حبشہ کے مغرب، کے نیا کے جنوب اور جی بوتی کے شمال مشرق میں واقع ہے۔رسالے میں ان کی 32 عربی تصانیف کے نام درج ہیں۔اس

رسالے کا نام ''رسالة فی بطلان دعوی اولية النور المحمدی'' ہے۔اس رسالے کے شروع میں ''طریق سهل لكسر الوهابيه'' کے عنوان سے وہابی نجدیوں کارڈ کیا گیا ہے۔اس کے بعد کہا گیا ہے کہ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ ''اول ما خلق الله نور نبيک يا جابر'' یہ بے اصل اور موضوع یعنی گڑھی ہوئی بات ہے جو قرآن کریم اور صحیح احادیث کے مخالف ہے۔(معاذاللہ)

ان سے عرض کی کہ میں ای میل کے ذریعے انہیں اپنے موقف سے مزید تفصیلی دلائل کے ساتھ آگاہ کروں۔

شیخ اور ان کے رفقاء سے رخصت ہوئے۔وہ مجھ سے اسی وقت اپنے بارے میں تحریری تاثرات چاہتے تھے۔انہیں کہا کہ ان کی کچھ کتب کے مطالعے کے بعد لکھوں گا۔انہوں نے اپنے شیخ کی ایک کتاب ''المقالات السنیہ فی کشف ضلالات احمد بن تیمیہ'' مجھے دی۔اس کتاب میں حضرت تاج الشریعہ ازہری میاں کی تقریظ بھی شامل ہے۔وہ مجھے تمام کتب کا سیٹ دے رہے تھے،ان سے عرض کی کہ مجھے بذریعہ ڈاک بھجوادیں۔ایک کتابچہ انگریزی میں شیخ ناظم القبرصی کی نقاب کشائی کے حوالے سے دیا۔اس کا نام "The Unveiling of Nazim al-Qubrusi misguidance" ہے۔

ہفتے کی دوپہر ولنگ گانگ (Wollonggong) میں اجتماع تھا۔کراچی سے روانگی سے قبل مولانا ہزاروی سے تاکید کی تھی کہ مجھے فجر کے بعد ظہر تک نیند کی عادت ہے۔اس دوران کوئی پروگرام نہ رکھیں اور گھروں میں مختصر پروگرام بھی نہ رکھیں لیکن انہوں نے اپنے احباب کو خوش کرنے کی ٹھانی تھی اس لیے مجھے کسی ایک دن بھی پوری نیند نہ کرنے دی۔فہیم صاحب کے ساتھ ولنگ گانگ کے لیے روانہ ہوئے۔راستے میں خوش نما مناظر اور ساحل نظر آئے۔

عصر تک یہاں اجتماع ہوا،سامعین نے بہت شوق سے سنا اور بہت پسند کیا۔فہیم صاحب کے دوست انعام الحق کے گھر پہنچ کر مغرب ادا کی۔یہاں سے ہمیں بینک اسٹون ٹاؤن ہال میں پہنچنا تھا،جہاں جوہانس برگ کے ڈاکٹر حمید خاں اور ان کی اہلیہ کے زیر اہتمام محفل میلاد انعقاد پذیر تھی۔ہال میں لبنانی اور ترکی باشندے زیادہ تھے۔دف بجا کر عربی میں نعت خوانی ہو رہی تھی۔مجھے یہاں مختصر خطاب کے بعد ''برس بن'' کے لیے روانہ ہونا تھا۔ڈاکٹر حمید خاں کی اہلیہ نے کہا کہ کچھ لوگوں کی طرف سے کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پڑھنے پر اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب اپنے خطاب میں بیان کرو۔نصف گھنٹے کے خطاب میں میلاد شریف اور سلام وقیام کے جواز کے دلائل بیان کیے۔سامعین اتنے خوش ہوئے کہ تالیاں بجانے لگے۔ان سے عرض کی کہ یہ ہمارا طریقہ نہیں۔مولانا ہزاروی نے برس بن (Brisbane) کے سفر کے لیے آس ٹرے لیا کی قومی ایرلائن کی بجائے ایک نجی (پرائی ویٹ) کمپنی ''ورجن بلیو'' ایرلائنز کی ٹکٹ بذریعہ انٹرنیٹ بار عایت حاصل کی تھی۔میرے نام کی املا (اس پے لنگ) وہ صحیح درج نہیں کرواسکے تھے۔پاس پورٹ دیکھنے پر نام کی املا پر ایرلائن کے عملے نے اعتراض کیا،انہیں باور کرایا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ غلطی نادانستہ ہے۔اس سے

اندازہ ہوا کہ بیرون ملک ایسے ہر مرحلے پر سخت احتیاط کی ضرورت ہے کیوں کہ گیارہ ستمبر (نائن الیون) کے حادثے کے بعد مسلمانوں اور پاکستانیوں سے امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے اور باشرع لوگ تو انہیں بہت کھٹکتے ہیں۔ ''گولڈ کوسٹ'' برس بن کے قریب صحرا کو کہا جاتا ہے یہ کوئینز لینڈ صوبے کا مرکزی شہر ہے۔ پرواز کا دورانیہ ڈیڑھ گھنٹے کے قریب تھا۔ برس بن ایرپورٹ پر جناب محمود اور مسعود صاحب ایرپورٹ لاؤنج میں موجود تھے، اسی لمحے جے پور، بھارت سے جناب راشد کاغذی کا فون آ گیا۔فون سننے کے بعد میزبانوں سے ملا۔ یہ دونوں حضرات مسلم سوسائٹی کے صدر اور جنرل سیکریٹری ہیں۔ زم باب وے سے یہاں آ کر آباد ہوئے ہیں اور یہ دونوں مسلک حق اہلِ سنّت و جماعت کے سرگرم کارکن ہیں۔ کچھ لمحے بعد میاں والی پاکستان کے مولانا محمد اسلم اور گراسی پارک کیپ ٹاؤن کے مولانا محمد نواز اشرفی بھی پذیرائی کو آ گئے۔ مولانا محمد نواز صاحب اور مولانا محمد اسلم صاحب مجھے اپنی موٹر کار میں لیے حافظ یعقوب اسمٰعیل صاحب کے ہاں پہنچے۔ وہ بہت محبت سے ملے۔ ان سے پہلی ملاقات زم باب وے میں ہوئی تھی۔ یہاں محمود اور مسعود صاحبان بھی آ گئے۔ طعام کے بعد رات تین بجے تک نشست رہی۔ کول کتا، بھارت سے محترم مجاہد حسین حبیبی نے فون پر رابطہ کیا اور بتایا کہ وہ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ کے بارے میں کتاب شائع کر رہے ہیں۔ مجھ سے وہ مفصل مضمون چاہتے تھے عرض کی کہ سفر میں ہوں صرف پیغام لکھ سکتا ہوں۔ اسی رات قلم برداشتہ چند سطور لکھ کر صبح حافظ یعقوب صاحب کو دیں، انہوں نے کمپیوٹر ''اِس کے نر'' سے عکس بنا کر بذریعہ ای میل وہ عکس بھجوا دیا۔ اگلی صبح بھی مجھے نیند کا موقع نہیں دیا گیا۔ صبح کی پرواز سے مولانا ہزاروی صاحب بھی پہنچ گئے تھے، گزشتہ شب وہ ایک شادی میں شرکت کی وجہ سے نہیں آ سکے تھے۔ مولانا محمد اسلم کے ہاں ٹھہرانے کے بعد اس ہال میں لے جایا گیا جہاں سالانہ محفل میلاد ہو رہی تھی۔ شرکاء کی اکثریت زم باب وے اور دیگر ممالک سے آس ٹریلیا منتقل ہونے والوں کی تھی، چند پاکستانی بھی تھے۔ ظہر سے عصر تک نعت خوانی اور تقاریر جاری رہیں، عصر تا مغرب میرا خطاب ہوا۔ منتظمین کا کہنا تھا کہ دس برس سے ہر سال وہ یہ محفل سجاتے آئے ہیں مگر تقریر آج پہلی مرتبہ انہوں نے سُنی ہے، انہیں ملال رہا کہ مجھے زیادہ وقت نہیں دیا گیا۔ حاجی عبدالرحمٰن دین اپنے جثّہ ہی نہیں اپنے کام کے حوالے سے بھی یہاں جانے پہچانے ہیں۔ سو برس سے زائد عرصہ گزر گیا، ان کے دادا پاکستان سے یہاں آئے تھے۔ آس ٹریلیا گورنمنٹ سے اپنی خدمات کے حوالے سے ''ایوارڈ'' (تمغا) حاصل کر چکے ہیں، متعدد فلاحی، رفاہی، اور مذہبی تنظیموں اور اداروں کے مرکزی رکن ہیں اور میلاد شریف و محافل کے انتظامات میں نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ حاجی عبدالرحمٰن بہت محبت سے ملے اور اپنے اہلِ خانہ سے بھی ملوایا۔ مغرب کے بعد طعام چھوڑ کر لوگ میرے گرد جمع ہے۔ ہال ہی سے ہم ایرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے کیوں کہ نو بجے شب سڈنی کے لیے پرواز کی روانگی تھی اور ایرپورٹ تک مسافت خاصی تھی۔ ایرپورٹ پر پھر وہی مرحلہ آیا کہ پاس پورٹ پر درج نام کی املا اور ٹکٹ پر درج املا میں فرق تھا۔ ایرلائن کے عملے نے

بکنگ کرنے والے سے فون پر بات کرکے تصدیق کے بعد بورڈنگ پاس جاری کیا۔سڈنی ایرپورٹ پر راجا عبدالحمید صاحب اپنے قرابت داروں کے ساتھ استقبال کو آئے اور ایک بار پھر اپنے گھر لے گئے۔ان کے قرابت داروں کو کچھ مسائل معلوم کرنے تھے۔راجا صاحب نے بتایا کہ جناب جاوید ملک نیوزی لینڈ کے لیے وقت چاہتے ہیں۔ان سے عرض کی کہ محمد ایوب صاحب قادری نے ان سے اس وقت بات کی تھی جب کہ کراچی سے مَیں روانہ نہیں ہوا تھا، اتنے دن انہوں نے کیوں رابطہ نہیں کیا؟ علاوہ ازیں میں نے سڈنی آتے ہی مولانا ہزاروی سے کہا تھا کہ ایک جمعہ آ ک لینڈ (نیوزی لینڈ) دے دیں تو انہوں نے بتایا کہ وہ جاوید ملک صاحب کو بتا چکے ہیں لیکن جاوید صاحب نے ان سے دوبارہ رابطہ نہیں کیا۔راجا صاحب کے مطابق جاوید ملک صاحب کا کہنا یہ تھا کہ مولانا ہزاروی نے ان کی درخواست پر توجہ نہیں کی۔راجا صاحب سے کہا کہ جاوید صاحب سے پوچھ لیں اگر وہ ویزا کا فوری انتظام کر سکیں تو دو دن مَیں مزید قیام کر لوں گا۔فہیم اعظم صاحب رشیدی نے بتایا کہ حافظ محمد رضا صاحب نے کراچی میں آپ سے رابطہ کیا تھا، وہ اپنے سینٹر میں آپ کو مدعو کرنا چاہتے ہیں۔ان سے عرض کی کہ بارہ روز ہو گئے مجھے آس ٹریلیا آئے ہوئے، حافظ صاحب نے کوئی فون کیا نہ ہی ملنے آئے۔ان سے کہیں کہ وہ تشریف لائیں پھر بات ہوگی۔پیر کی شام الامانہ کالج کے ہال میں مولانا ہزاروی نے الوداعی پروگرام رکھا تھا۔دن میں فہیم صاحب کے ساتھ ایک دو جگہ جانا ہوا۔حافظ محمد رضا صاحب سے فہیم صاحب نے فون پر بات کروائی۔انہیں شام کو پروگرام میں آنے کی دعوت دی۔اس روز چھٹی نہیں تھی لیکن شام کو خاصی تعداد میں لوگ آئے۔پانچ کیمرے رکارڈنگ کر رہے تھے۔اس خطاب میں سب کا شکریہ ادا کیا اور اپنی کوتاہیوں پر معذرت خواہی بھی کی۔اہلِ سنّت سے عرض کی کہ وہ باہمی اتفاق سے یہاں ایک عمدہ مرکز قائم کریں اور اپنی نسلوں کو صحیح عقائد سکھانے کے لیے توجہ دیں۔خطاب کے فوراً بعد ڈاکٹر علی سرفراز صاحب لینے آئے۔وہ تمام پاکستانیوں کے معالج اور سب کے دوست ہیں۔بتایا گیا کہ ان کا گھر ''پاکستان ہاؤس'' شمار ہوتا ہے۔ان کے اکلوتے فرزند کی حال ہی میں شادی ہوئی ہے اور بہو کا تعلق اوکاڑا سے ہے۔ڈاکٹر صاحب کی ایک بیٹی ہے جو بیاہ کے بعد امریکا میں رہتی ہے۔ان دنوں وہ میکے آئی ہوئی تھی۔راجا عبدالحمید ساتھ تھے۔ڈاکٹر صاحب کے اہلِ خانہ نے کچھ سوال کرنے تھے، ڈاکٹر صاحب کا تعلق سیال کوٹ سے ہے۔آس ٹریلیا حکومت نے ان کی خدمات پر انہیں ایوارڈ بھی دیا ہے۔راجا صاحب ایک بار پھر اپنے گھر لے گئے اور بتایا کہ جاوید ملک صاحب ویزا کے حصول میں کوشاں ہیں۔منگل کو میری واپسی تھی۔فہیم صاحب نے ایک دن بڑھا لیا تھا۔راجا صاحب سے عرض کی کہ بدھ کی صبح تک بھی ویزا مل گیا تو قیام زیادہ کر لوں گا۔منگل کا دن اضافی مل گیا تھا، فہیم صاحب چاہتے تھے کہ آس ٹریلیا کے دارالحکومت ''کین برا'' کی سیر کروائیں لیکن پورا دن اسی سفر میں گزر جاتا۔حافظ گل زار صاحب نے عشائیہ کا اہتمام کیا اور نوجوانوں سے ملاقات رکھی تاکہ وہ اپنی زبان میں سوال کر سکیں۔مسلکی اختلافات، نزاعی مسائل کے حوالے سے نوجوانوں سے انگریزی میں گفتگو کی یہ نشست

بہت مفید رہی۔ اگلی صبح جاوید ملک صاحب نے بتایا کہ انہیں ویزا کے فوری حصول میں کامیابی نہیں ہوئی، دو تین دن لگ جائیں گے، عرض کی کہ اللہ کریم نے چاہا تو پھر کبھی حاضر ہوں گا۔ فہیم اعظم صاحب اور ان کی اہلیہ پہلے دن ہی سے میرے قیام وطعام میں عمدگی کی بہت توجہ کرتے رہے تھے۔ اس روز ظہرانے میں ''بار بی کیو'' کا اہتمام کیا۔ تمام دوست آئے اور یہ ظہرانہ دوستانہ ماحول میں بہت یادگار رہا۔ یہاں سے موٹر کاروں کا قافلہ ایر پورٹ کے لیے روانہ ہوا۔ مجھے الوداع کہتے ہوئے دوست آب دیدہ ہو گئے۔ محبتیں اور دعائیں سمیٹتا طیارے میں سوار ہُوا، دورانِ سفر ہی یہ رُوداد تحریر کی اور جمعرات کی صبح اپنے پیارے وطن پہنچا۔

☆☆☆